Fikr-o-Nasar (Islamabad) 32:1 (1994)

قاضی وکیع بن خلف کی تصنیف اخبار القضاۃ

تاریخ قانون اسلام کی ایک اہم دستاویز ☆

ڈاکٹر محمد خالد مسعود

عہد بنو عباس کی تاریخ کی تقریباً تمام اہم کتابوں میں ۳۰۶ھ کے واقعات میں قاضی وکیع بن خلف کی وفات کا ذکر ملتا ہے (۱) لیکن ان کے حالات زندگی کے بارے میں زیادہ تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔ ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقہ الضبی ہے لیکن وہ زیادہ تر وکیع کے نام سے مشہور ہوئے۔ وکیع کے لفظی معنی مضبوط، ثابت اور مستحکم کے ہیں ۔ عربی زبان میں وکیع اس بھیڑ کو بھی کہتے ہیں جو بھیڑوں کے گلے کے آگے چلتی ہے اور باقی بھیڑیں اس کی نقل کرتی ہیں۔ (۲)

قاضی وکیع اپنی تعلیم مکمل کرکے بغداد کے مشہور قاضی ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب سے وابستہ ہو گئے اور ان کے کاتب کے طور پر منصب قضا کی تربیت حاصل کی (۳) ۔ ابو عمر بغداد میں ۲۸۴ھ سے ۲۹۶ ھ تک قاضی رہے۔ علم حدیث سے ان کو خصوصی شغف تھا۔ انہوں نے کئی جلدوں میں ایک مسند مرتب کی (۴)۔ قاضی وکیع کے تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں علوم قرآن، لغات، فقہ، تاریخ، سیر، ایام اور اخبار کے فنون پر عبور حاصل تھا (۵) ۔ ایام اور اخبار کا فن تاریخ نگاری کی ایک قدیم اور خصوصی صنف کا نام تھا۔ اہل حدیث مؤرخین نے ان کو اخباری بتایا ہے (۶) ۔ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ تذکرہ نگاروں کے ہاں عموماً ان کی تاریخ نگاری یا علم قرآن میں مہارت کا ذکر ملتا ہے، علم فقہ میں تخصص کا ذکر نہیں ہوتا۔ نہ ہی کسی تذکرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ قاضی وکیع کا کسی خاص مذہب فقہ سے تعلق تھا۔ قاضی وکیع صوبہ اہواز میں عبدان الجوالیقی کے نائب قاضی متعین ہوئے۔ اخبار القضاۃ میں عبدان کی روایت سے کئی قاضیوں کے حالات ذکر ہوئے ہیں۔ غالباً قاضی عبدان کی وفات پر وکیع اہواز کے پورے علاقے میں قاضی مقرر ہوئے ان کی تقرری سے پہلے اہواز میں قضا کو دو علاقوں میں تقسیم

☆ اس مقالے کا ابتدائی مسودہ لائیڈن (ہالینڈ) میں منعقدہ کانفرنس (بعنوان "جوزف شاخٹ کانفرنس: اسلامی قانون، اصول اور عمل") میں ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو پیش کیا گیا۔

کیا ہوا تھا لیکن قاضی وکیع کو پورے صوبے کا قاضی مقرر کیا گیا(۷)۔

قاضی وکیع کا عہد

قاضی وکیع نے تیسری اور چوتھی صدی ہجری کا زمانہ پایا۔ یہ تاریخ اسلام کا بہت ہی پر آشوب عہد تھا خصوصاً عباسی خلافت کے مشرقی علاقے جہاں قاضی وکیع متعین رہے عموماً سیاسی عدم استحکام کا شکار رہے۔ اس دور میں کئی سیاسی بغاوتیں برپا ہوئیں ان میں زنج کی بغاوت خصوصاً قابل ذکر ہے کیونکہ یہ بہت دیر تک خلافت عباسیہ کے لئے مسئلہ بنی رہی اور اس دور کے قاضیوں پر اس کا بہت دباؤ رہا۔ اسی علاقے میں بنو صفار نے بھی مرکز سے علم بغاوت بلند کیا اور بالآخر صفاری خاندان کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اسی عہد میں عباسی خلفا اور ترک امرا میں باہمی اختلافات نے سنگین شکل اختیار کی جس کی وجہ سے خلافت بتدریج کمزور ہوتی گئی۔ یوں تو عباسی خلافت میں شروع سے ہی فوجی امرا کا عمل دخل تھا کیونکہ انہی کے زور بازو سے قائم ہوئی تھی لیکن تیسری صدی میں جب خلفا نے فوجی امرا کی قوت کو کم کرنا چاہا تو اس سے ایسی چپقلش کا آغاز ہوا کہ آخرکار خلیفہ کی حیثیت محض کٹھ پتلی کی سی رہ گئی۔

اس سیاسی عدم استحکام کا آغاز خلیفہ المتوکل باللہ (م ۲۴۷ھ) کی وفات سے ہوا جسے اس کے بڑے بیٹے المنتصر نے ترک فوجی جرنیلوں کی مدد سے قتل کیا تھا۔ دراصل عباسی خلفاء نے عرب امرا کا زور توڑنے کے لئے ترک فوجیوں کو زیادہ اختیارات دئے تھے کیونکہ ان کی وفاداریاں قبائل سے وابستہ نہیں تھیں لہٰذا وہ خلیفہ کے ذاتی محافظ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن المنتصر باللہ کی وجہ سے فوجی جرنیلوں کو اپنی قوت کا اندازہ ہوا تو انہوں نے اتنا اثرورسوخ حاصل کر لیا کہ خلیفہ المفوض باللہ' ابوالعباس بن موفق باللہ' المقتدر باللہ اور قاہر باللہ انہی کے ہاتھوں تخت نشین اور معزول ہوتے رہے۔ خلیفہ مستعین باللہ کی حیثیت کو سیوطی نے ایک شعر میں بیان کیا ہے کہ خلیفہ تو طوطے کی طرح پنجرے میں بند ہے اور ترک جرنیل وصیف اور بغا جو کہتے ہیں وہ بولتا ہے۔ اس شعر میں بغا اور ببغا (طوطا) کا قافیہ بہت معنی خیز ہے:

خلیفة فی قفص' بین وصیف وبغا　　یقول ما قالا لہ' کما تقول الببغا (۸)

مستعین باللہ کو معزول کر کے اس کی جگہ المعتز باللہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کی کم سنی کی وجہ سے درباری بھی اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ابن الطقطقی نے اس کے بارے میں ایک دلچسپ لطیفہ نقل کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ عباسی خلیفہ کے درباریوں میں بات چل نکلی کہ نجومی کو بلا کر خلیفہ کے مستقبل کے بارے میں پوچھا جائے۔ درباری مسخرے نے کہا نجومی کو بلانے کی کیا ضرورت ہے ترک جرنیل سے پوچھ لو۔ (۹)

سیاسی عدم استحکام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۲۴۷ھ سے ۲۵۶ھ تک نو سال کے عرصے میں یکے بعد دیگرے چھ خلیفہ حکمران رہے۔ اس سیاسی صورت حال کا اثر یقیناً نظام قضا پر بھی پڑا۔ قاضی چونکہ براہ راست خلیفہ یا والی کے ماتحت ہوتا تھا اس لئے ان سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ ہی قاضی بھی مقرر اور معزول ہوتے تھے۔ قاضی وکیع نے ان تغیرات کا کافی تذکرہ کیا ہے۔

یہی وہ زمانہ ہے جب عباسی خلفا کی مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کی کوششیں ناکام ہوئیں، امویوں کے مقابلے میں عباسیوں کے اقتدار کی بنیاد مذہب پر تھی لیکن جب انہوں نے محنہ کے ذریعے معتزلی مذہب کو نافذ کرنے کی کوشش کی تو اس کا الٹا اثر ہوا۔ نہ صرف خلفا اس میں ناکام ہوئے بلکہ مذہب اور ریاست میں تفاوت اور مسلسل تصادم کو مستحکم کرایا۔ محنہ کا سلسلہ جو مامون سے شروع ہوا المتوکل تک چلتا رہا اس عرصے میں معتزلہ میں سے ایک گروہ یعنی اشاعرہ الگ ہو کر ان کی مخالفت میں سرگرم ہو گیا انہوں نے عقلیت کے خلاف روایت پسندی کا ساتھ دیا۔ اس سے حنابلہ اور ظاہریہ رجحانات کو تقویت ملی اور شافعی اصول فقہ کو قبول عام حاصل ہوا۔

اسلامی قانون کی نشوونما بھی اس سے بہت متاثر ہوئی۔ ایک طرف تو علم اصول کلامی مسائل کا حصہ بن کر فقہ سے دور ہو گیا۔ دوسری جانب فقہ جو فقہا اور قضاۃ کے فیصلوں سے تفریع اور استنباط کے ذریعے نشوونما پا رہی تھی اب قیاس اور مصادر اربعہ کی پابند ہو گئی۔ تیسرے اس محنہ کے دوران چونکہ خلفا نے قضاۃ کو آلہ کار بنایا تھا اس لئے مذہبی طبقہ کا قضا پر سے اعتماد اٹھ گیا۔ قاضی وکیع کی کتاب اخبار القضاۃ کا مطالعہ اس تاریخی پس منظر میں بے حد اہم ہے۔

تصانیف:

قاضی وکیع کے تذکروں میں ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر ہے (۱۰)

۱۔ غرر الاخبار فی اخبار القضاۃ و تاریخھم و احکامھم
۲۔ کتاب الانواء
۳۔ کتاب البحث
۴۔ کتاب التصرف و النقد والسکہ
۵۔ کتاب الرمی والنضال
۶۔ کتاب الشریف
۷۔ کتاب الطریق
۸۔ کتاب عدد آی القرآن و الاختلاف فیہ
۹۔ کتاب المسافر
۱۰۔ کتاب المکاییل و الموازین

قاضی صاحب کی تصانیف کی اس فہرست سے ان کی علمی اور فنی وسعت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا شمار ان مصنفین میں ہونا چاہئے جو ادیب اور منتظم کے اسلوب میں کتابیں لکھتے تھے۔ ان کے موضوعات کا تعلق انتظامی ہے امور سے زیادہ تر قاضی صاحب کی کتاب الشریف کافی مقبول ہوئی ۔ مسعودی نے مروج الذھب میں اس کا ذکر اپنی کتاب کے مصدر و ماخذ کے طور پر کیا ہے (۱۱) ۔ یہ کتاب ابن قتیبہ کی المعارف کے اسلوب پر لکھی گئی ہے ۔ ان کی کتاب الطریق اس عہد کی مشہور شاہراہوں اور ان کی تاریخ پر لکھی گئی۔ کتاب الانواء موسمیات کے موضوع پر،'کتاب التصرف' اقتصادیات کے ایک اہم موضوع یعنی سکوں اور زرمبادلہ کے قوانین پر،'کتاب المکاییل' اوزان اور پیمانوں کے بارے میں اور کتاب الرمی' اسلحہ کے متعلق لکھی گئی۔ اس فہرست میں خالص دینی موضوع پر ایک ہی کتاب ہے جو قرآن کریم میں آیات کی شماریات پر ہے۔ اس کے بارے میں خطیب بغدادی نے لکھا کہ ابوبکر بن مجاہد سے اس موضوع پر سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے بارے میں وکیع نے ایک جامع کتاب لکھ دی ہے اس

کے بعد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں (۱۲)

ان کی کتاب اخبار القضاۃ کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس سے قبل قضاۃ کی جو تاریخیں لکھیں گئیں وہ زیادہ تر علاقائی تھیں مثلاً ابو عبید البصری (م ۲۰۹ھ) کی اخبار قضاۃ بصرہ اور الکندی کی اخبار قضاۃ مصر کا تعلق بصرہ اور مصر سے تھا، وکیع کی اخبار القضاۃ زیادہ جامع تھی اور اس میں عباسی خلافت کے تمام علاقے شامل تھے۔ اگرچہ بعد میں لکھی جانے والی اکثر کتابوں میں اخبار القضاۃ پر انحصار کیا گیا ہے لیکن اس کو وہ قبول عام حاصل نہیں ہوا جس کی یہ کتاب مستحق تھی۔

وکیع کی عدم مقبولیت کی غالباً ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانے میں محدثین اور مورخین میں ایک علمی اختلاف ابھر چکا تھا کہ تاریخ نگاری کے لئے زیادہ مستند اصول کس کے ہیں، محدثین کے یا مورخین کے؟ معلوم ہوتا ہے محدثین وکیع کی کتاب کو مستند نہیں سمجھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ابو الحسن المنادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وکیع کی علمی شہرت مستحکم نہیں تھی۔ چنانچہ وکیع نے جو احادیث بیان کیں محدثین نے ان کو بہت کم روایت کیا ہے۔ (۱۳) المنادی کا یہ تبصرہ تحقیق طلب ہے کیونکہ اول تو وکیع نے اپنی کتاب میں محدثین کا اسلوب ہی اختیار کیا ہے اور تمام اقوال، احادیث اور واقعات کے مصادر کا ذکر اسناد کی شکل میں کیا ہے اور اگر کسی کتاب سے نقل کیا ہے تو اس کی سند بھی نقل کی ہے۔ دوسرے وکیع نے جن لوگوں سے روایت کیا ہے وہ دوسرے مورخین کے ہاں بھی سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ تیسرے مسعودی کی مروج الذہب اور قاضی عیاض کی مدارک جیسی مستند کتابوں کا مصدر اخبار القضاۃ ہے۔

اخبار القضاۃ

قاضی وکیع کی اخبار القضاۃ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں مقدمہ میں مندرجہ ذیل مسائل سے بحث کی گئی ہے: عدل اور قضا کے معانی و مفہوم، قضا کی مشکلات اور شدائد، قضا میں رائے اور ظلم و جور، قرآن کریم کی روشنی میں فیصلے کی اہمیت، رشوت، سفارش، قاضی کی صفات و شرائط اور قاضی کے فرائض و اختیارات۔

مقدمے کے بعد قضاۃ کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ یہ تاریخ شہروں کے اعتبار سے لکھی گئی ہے۔ ہر شہر میں قضا کی تاریخ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع اور چوتھی صدی پر ختم ہوتی ہے۔ وہ قضاۃ کے نام کے ساتھ ساتھ علاقے کے والی اور اس عہد کے خلیفہ کا نام بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر قاضی کی مختصر سوانح حیات کے ساتھ ان کی تقرری کی تاریخ کا بھی ذکر ہے۔ اس کے بعد اس قاضی کے مشہور فیصلے اختصار کے ساتھ درج ہیں۔ قاضی وکیع نے یہ بھی التزام کیا ہے کہ صدر اسلام کے قاضیوں نے جو احادیث روایت کی ہیں وہ ان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور ان کے اشعار کا بھی۔ اس طرح یہ کتاب تاریخ، احادیث، فقہ اور ادب کا مرقع بن گئی ہے۔ ہر روایت اور واقعہ کی سند کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

جلد اول کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ، طائف اور بصرہ کے قاضیوں کی تاریخ بھی اسی جلد میں درج ہے۔ البتہ بصرہ کی تاریخ دوسری جلد میں جا کر مکمل ہوتی ہے۔ دوسری جلد میں بصرہ کے بعد کوفہ کے قضاۃ کی تاریخ شروع ہوتی ہے جو چوتھی جلد میں ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد چوتھی جلد میں دمشق، فلسطین، افریقیہ، اندلس، حران، موصل، مصر، بغداد، مدائن، خراسان، واسط اور اہواز کے قضاۃ کی تاریخ درج ہے۔

اخبار القضاۃ کا تذکرہ تو بہت ملتا تھا اور علما نے اس کی اہمیت کا ذکر بھی کیا لیکن اس کی اشاعت ۱۹۴۷ء سے قبل نہ ہو سکی۔ مشہور مستشرق اور مورخ قانون اسلامی جوزف شاخت نے ۱۹۳۰ء میں ایک لیکچر کے دوران اس کتاب کو تاریخ قانون اسلامی کا ایک اہم مصدر قرار دیا۔ اس نے کہا کہ قانون اسلامی کی ابتدائی تاریخ کے لئے تین مصادر بے حد اہم ہیں۔ مدینہ کے رسوم و رواج اور تعامل کے لئے المؤطا، فقہا میں اختلاف رائے کی اساس اور اصول کے لئے طبری کی اختلاف الفقہا اور قضاۃ کی تاریخ اور اصول کے لئے وکیع کی اخبار القضاۃ۔ بلکہ آخری کتاب اس لحاظ سے زیادہ اہم ہے کہ یہ اس عہد کی تاریخ کا وقیع ترین ماخذ ہے کیونکہ اس میں ارتقائے قانون کے اساسی پہلو یعنی عدالتی طریق کار کے ذریعہ قانون کی نشوونما کے بارے میں بنیادی معلومات ملتی ہیں۔ (۱۴)

اخبار القضاۃ کا مخطوطہ استاذ عبدالعزیز مصطفیٰ المراغی کی تحقیق اور حواشی کے ساتھ قاہرہ سے مطبعہ السعادہ نے تین جلدوں میں ۱۹۴۷ء میں شائع کیا (۱۵)۔ المراغی نے اس کی تدوین و

تحقیق پر کافی محنت کی ہے اس پر ایک بیش قیمت دیباچہ بھی تحریر کیا اور آخر میں قضاۃ کے اعلام کے ساتھ ان کے فیصلوں اور روایات کا اشاریہ بھی تیار کیا ہے۔ تاہم اس اشاعت میں بہت سے امور توجہ طلب ہیں جن کے بارے میں محقق کی رہنمائی کی ضرورت تھی مثلاً اس کتاب میں ایسے قضاۃ کا بھی ذکر ہے جو وکیع کی وفات کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے جس نسخے سے یہ کتاب تیار ہوئی اس میں بہت سے ملحقات اور اضافے موجود تھے جن کو الگ کرنا ضروری تھا۔ ان کے علاوہ محقق نے کتاب میں جابجا متن میں عنوانات کا اضافہ کیا ہے اور حاشیے میں بھی عنوانات درج کئے ہیں جو مندرجات سے ربط نہیں رکھتے۔ ایسے ہی قضاۃ کے فیصلوں کے اشاریے میں ان کی مروی احادیث' آراء اور دیگر واقعات کو بھی شامل کر دیا ہے چنانچہ اس لحاظ سے مزید دقت نظر کے ساتھ اس کی تحقیق و تدوین کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

اخبار القضاۃ کے آغاز میں قاضی وکیع کا مقدمہ کوئی روایتی مقدمہ نہیں ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عہد میں منصب قضا کن مسائل سے دوچار تھا اور کونسی اصولی بحثیں درپیش تھیں سب سے اہم یہ کہ اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

قاضی وکیع کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاۃ کے ہاں حدیث نبوی کی اہمیت عدالتی نظائر کی حیثیت سے تھی۔ اس لئے قضاۃ کی مروی احادیث اور ان کے فیصلوں کے جمع کرنے کا اتنا ہی اہتمام موجود تھا جتنا کہ محدثین حدیث کے بارے میں کرتے تھے۔ چنانچہ اخبار القضاۃ میں ایسے راویوں اور ان کی یادداشتوں کا ذکر موجود ہے جو اس فریضے میں منہمک تھے اور انہی کو قاضی نے اپنا مآخذ بنایا ہے۔ بعض قضاۃ کی روایت کردہ احادیث و آثار بہت معروف تھے اس لئے قاضی وکیع نے صرف کم معروف قضاۃ اور ان کی کم معروف احادیث و آراء کو بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ غالباً قاضی وکیع کے کم معروف احادیث میں انہماک ہی کی وجہ سے محدثین نے ان کو غیر مستند سمجھا۔ قاضی وکیع کا کہنا ہے کہ آج کسی قول کے کم معروف یا غیر معروف ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اپنے زمانے میں معروف اور مشہور نہیں تھا بلکہ اکثر اوقات حقیقت اس کے برعکس ہے۔ چنانچہ قاضی وکیع نے یہ التزام کیا ہے کہ ایسی روایات و آثار اور اقوال اور احکام جو اپنے زمانے میں مشہور تھے ان کو محفوظ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے کم معروف قضاۃ کے بارے میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔

تاریخ قانون اسلامی کے طلبہ کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ قاضی وکیع کے نزدیک مندرجہ ذیل قضاۃ کم معروف کے درجے میں آتے ہیں: قاضی شریح ' قاضی ابن شبرمہ ' قاضی ایاس بن معاویہ کیونکہ ان کا ذکر سب سے زیادہ تفصیل سے ہے۔ (۱۶) اس سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ عہد جدید کے مستشرقین امیل تیان (۱۷) اور شاخٹ (۱۸) کا کہنا ہے کہ قاضی شریح اور ایاس کی حیثیت اساطیری ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ یہ حقیقی شخصیات نہ ہوں۔ انہوں نے ان سے منسوب بے شمار واقعات کو مشکوک قرار دیا ہے۔ ہم فی الحال اس بحث میں نہیں الجھ سکتے تاہم اس امر کی طرف توجہ ضرور مبذول کرائیں گے کہ قاضی وکیع کے عہد یعنی چوتھی صدی ہجری تک یہ شخصیات کم معروف تھیں اس لئے یہ دعوی صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شخصیات اساطیری بن چکی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قانون اسلامی کی تاریخ ابھی لکھی نہیں گئی۔ جو تاریخیں لکھی گئی ہیں وہ فقہ اسلامی اور فقہا کی تاریخیں ہیں۔ فقہ اسلامی قانون اسلامی کا مصدر ضرور تھی لیکن اصل قانون اسلامی وہ تھا جو عملی طور پر نافذ تھا اور عدالتوں میں جاری تھا اس قانون کی تاریخ کی طرف ابھی توجہ نہیں دی گئی۔ یہ فرض کر لیا گیا کہ عدالتوں میں جاری قانون فقہ اسلامی سے مختلف نہیں تھا۔ بلکہ مستشرقین نے فقہ اسلامی اور عدالتی فیصلوں میں تفاوت کو شریعت اسلامی سے انحراف اور نظریات اور عمل میں تضاد قرار دیا ہے۔ حالانکہ عدالتوں کے ذریعے جو قانون تشکیل پذیر ہوا اس کی تاریخ فقہ سے الگ ہے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ قضاۃ کے فیصلوں کی جمع و تدوین کی جاتی۔ اس لحاظ سے اخبار القضاۃ ایک نہایت ہی اہم کتاب ہے۔

اس مختصر سے مقالے میں اس کتاب کے تفصیلی جائزہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کتاب سے تاریخ قضائے اسلامی کے بعض اہم سوالات پر جو روشنی پڑتی ہے ہم ان کا مختصر تجزیہ پیش کریں گے۔

قاضی کا منصب

قاضی وکیع نے عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں قضاۃ کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن انہوں نے متعدد بار اصرار کے ساتھ یہ کہا ہے کہ اس عہد میں

قاضی کا عہدہ موجود نہیں تھا سب سے پہلے باقاعدہ قاضی کا تقرر حضرت معاویہؓ کے عہد میں شروع ہوا' قاضی وکیع امام زہری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: ان ابا بکر و عمر لم یکن لھما قاضی حتی کانت الفتنۃ' فاستقضی معاویۃ (۱۹) ۔ اور امام مالک بن انس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ : اول من اتخذ قاضیا معاویۃ بن ابی سفیان (۲۰) بظاہر یہ دعوی ناقابل قبول نظر آتا ہے اور اس کی یہ توجیہ بھی کی جاسکتی ہے کہ قاضی وکیع کا یہ بیان محض مدینہ منورہ کی حد تک صحیح ہے کیونکہ اس شہر مبارک میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین قاضی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے اس لئے الگ سے قاضی کے تقرر کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن یہ وضاحت قاضی وکیع کے دیگر بیانات سے مطابقت نہیں رکھتی ۔ حضرت ابن عباسؓ کی بصرہ میں تقرری کے ضمن میں کہتے ہیں: وکان ھو المفتی و القاضی یومئذ یدعی المفتی (۲۱) گویا صدر اسلام میں قاضی کو مفتی کہا جاتا تھا یہ نکتہ بہت اہم ہے اور اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے ۔ دوسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس عہد میں اکثر صحابہ جن کا نام بطور قاضی کے ذکر کیا جاتا ہے وہ علاقے کے والی اور منتظم بھی تھے۔ چنانچہ اخبار القضاۃ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قاضی کے منصب کے آغاز کا مسئلہ مزید تحقیق کا طالب ہے۔

اخبار القضاۃ سے یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ اموی اور عباسی عہد میں قاضی حکومت کا ملازم اور نمائندہ ہوتا تھا اور قاضی کا اختیار خلیفہ یا والی کا تفویض کردہ تھا۔ قاضی عبدالعزیز بن المطلب (م ۱۴۱ھ) کا یہ قول کہ انا قاضیہ و قضائی قضاؤہ (میں خلیفہ کا قاضی ہوں اور میرا فیصلہ خلیفہ کا فیصلہ ہے)۔ (۲۲) اسی اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ قاضی وکیع نے متعدد مرتبہ واضح کیا ہے کہ قاضیوں کا تقرر امراء کرتے تھے (۲۳) ۔ اس کتاب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قاضی کا تقرر تحریری طور پر خلیفہ کی جانب سے ہوتا تھا۔ مثلاً خلیفہ مہدی (۱۵۹ ۔ ۱۶۹ھ) کے عہد میں قاضی سعید بن سلمان المساحقی کی تقرری کا پروانہ خلیفہ وقت کے نام سے والی نے بھجوایا۔ (۲۴) قاضیوں کی تقرری اور تنزلی کے باقاعدہ قوانین اور ضوابط نہیں تھے۔ والی کسی بھی وقت کسی کو قاضی مقرر کر سکتا تھا اور کسی بھی قاضی کو معزول کر سکتا تھا۔ قاضی وکیع نے کئی واقعات میں قاضیوں کے والی سے اختلاف اور مخاصمت کا ذکر بھی کیا ہے (۲۵) ۔ لیکن اگر خلیفہ یا والی کو قاضی کے فیصلے سے اختلاف ہوتا تو اکثر قاضی کا فیصلہ منسوخ ہو جاتا تھا۔ اخبار القضاۃ میں

یہ شواہد بھی ملتے ہیں کہ قاضی القضاۃ یا قاضی صوبہ اپنے ماتحت قضاۃ کی نگرانی کرتے تھے اور گاہے گاہے ان کے فیصلوں پر نظرثانی کے احکامات بھی جاری کرتے تھے (۲۶) ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حد تک نظام قضا میں بھی درجہ بندی موجود تھی۔

قاضی وکیع نے اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ (۲۱۸-۲۲۸ھ) الواثق باللہ (۲۲۸ھ - ۲۳۳ھ) اور المتوکل باللہ (۲۳۳ - ۲۴۷ھ) نے قضا کے منصب کا بہت استحصال کیا۔ ان کا اشارہ محنہ کے واقعات کی جانب ہے جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ قاضی القضاۃ احمد بن ابی داود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکان یمتحن الناس فی القرآن ویضرب ویقتل علیہ وافسد الخلفاء فی ھذا الوقت فی المذھب (۲۷)

قاضی القضاۃ احمد بن ابی داود نے خلق قرآن کے مسئلے پر خلیفہ وقت کی رائے کو مسلط کر کے قضا کو ظلم وجور کا ادارہ بنا دیا۔ بے شمار لوگوں کو سزائیں دی گئیں حتی کہ بعض کی موت کا حکم بھی دیا گیا

وکیع کا کہنا ہے کہ خلفاء نے اس دور میں مذہب کو تباہ کر دیا۔ قاضی وکیع کا یہ تبصرہ قابل غور ہے یہ ایک قاضی کی طرف سے اس بات پر افسوس کا اظہار ہے کہ خلفا نے مخصوص عقائد اور مذہب فقہ کی سرپرستی کر کے مذہب کی نشوونما روک دی ۔ اس سے نہ صرف فقہ جو ریاست کی سرپرستی سے آزاد نشوونما پا رہی تھی تقلید اور جمود کا شکار ہو گئی بلکہ خود قضا کے عمل پر بھی اس کے اثرات پڑے۔

جارج مقدسی نے حالیہ تحقیقات (۲۸) میں اس دور کو فقہ اسلامی کی تاریخ کا بہت ہی نازک زمانہ قرار دیا ہے۔ محنہ سے انجام کار شافعی فقہ اور اشعری علم الکلام کو تقویت ملی ۔ فقہا جو اپنے اپنے مذہب فقہ کے بانیوں کے اقوال سے اصول اخذ کرتے تھے اب امام شافعی کے پیش کردہ مصادر اربعہ کو اصول ماننے پر مجبور ہو گئے اور اشعری کلام کے زیر اثر آ گئے۔ امام شافعی نے فقہ میں طریقہ متکلمین کی جو داغ بیل ڈالی (۲۹) اس سے فقہ کے مقابلے میں حدیث کو فوقیت حاصل ہوئی۔ حدیث عرف و عادات کے مقابلے میں ہی نہیں بلکہ مصادر فقہ میں بھی برتر قرار پائی۔ امام

شافعی کا استدلال یہ تھا کہ حدیث قرآن کے عام حکم کی تخصیص کرتی ہے (۳۰) حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کے کونسے احکام منسوخ ہو چکے ہیں (۳۱)۔ اور ایک سنت دوسری سنت سے ہی منسوخ ہو سکتی ہے۔ اگر قرآن کا کوئی حکم کسی سنت کو منسوخ بھی کرے تو وہ اس وقت تک منسوخ نہیں سمجھی جائے گی جب تک اس کی ناسخ کوئی سنت موجود نہ ہو (۳۲)۔ امام شافعی کے یہ دلائل اتنے قوی تھے کہ طریقہ فقہا کا استدلال اس کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور وہ بھی مصادر اربعہ کے نظریے کے قائل ہو گئے۔

قاضی وکیع نے اپنی کتاب کے خطبے کا آغاز اللہ کی صفت القاضی بالحق کے نام سے کیا ہے (۳۳)۔ بالفاظ دیگر اس نے قضا کے عمل کو اللہ تعالی سے منسوب کیا ہے گویا قاضی کا منصب اللہ تعالی کی اس صفت کی نیابت ہے تفویض نہیں۔ اللہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا

انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اریک اللہ

بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتلایا ہے (النساء : ۱۰۵)

اس آیت کا حوالہ دیتے ہوئے قاضی وکیع نے اپنا واضح کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اختیار اپنے پیغمبر کو بھی تفویض نہیں کیا۔ (فلم یفوض الیہ بل قال لہ: لتحکم بما اراک اللہ) (۳۴)۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے سورۃ المائدہ کی ان آیات ۴۴ تا ۴۷ سے بحث کی ہے جن کے آخر میں ان جملوں کی تکرار ہے۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون (۴۴) جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظلمون (۴۵) جو شخص خدا کے نازل کئے ہوئے کے موافق فیصلہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

قاضی وکیع نے ان آیات کی تاویل کے بارے میں مفسرین کے اختلافات کا تفصیل سے تجزیہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت قتادہ اور امام شعبی اور ابراہیم نخعی کے نزدیک ان آیات کے مخاطب اہل کتاب تھے (۳۵) لیکن قاضی وکیع کا میلان اس طرف نظر آتا ہے کہ وہ اس کے مخاطب مسلمانوں کو قرار دیتے ہیں۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قاضی روایتی حکم کی طرح محض اپنی عقل و دانش اور رواج کی بجائے ایک واضح، متعین اور تحریر شدہ قانون کے مطابق فیصلے کا پابند ہے۔ (۳۶) چونکہ یہ قانون قرآن کریم کی شکل میں اللہ تعالی کا عطا کردہ ہے اس لئے دیگر قوانین سے برتر ہے۔ اور ان قوانین کو قرآن کریم کے معیار پر جانچا جائے گا۔ احادیث و آثار کی حیثیت بھی قرآن کریم سے برتر نہیں۔

عدالت

اخبار القضاۃ سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ عام طور پر عدالت صرف ایک قاضی پر مشتمل ہوتی تھی لیکن بعض ایسے شواہد بھی ملتے ہیں جہاں عدالت میں ایک سے زیادہ قاضیوں کے بیٹھنے کا پتہ چلتا ہے۔ ۱۳۷ھ میں بصرہ میں دو قاضیوں یعنی عمر بن عامر السلمی اور سوار بن عبداللہ کے بیٹھنے کا ذکر ہے۔ (فکانا یجلسان جمیعا) تاہم جب ان دو قاضیوں میں اختلاف بڑھ گیا تو والی نے ان میں سے اسلمی کو معزول کر دیا (۳۷)۔ ان کے علاوہ قاضی وکیع نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قاضی کے ساتھ دوسرے لوگ بھی عدالت میں بیٹھتے تھے۔ مثلاً قاضی شریح کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں کہ کئی شیوخ قضا میں شامل ہوتے تھے (۳۸) (واشیاخ نحوہ یجالسونہ علی القضاء)۔ البتہ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ دور جدید کی جیوری کی شکل تھی جس میں جج کے ساتھ ایک معین تعداد شہریوں کی بھی بیٹھتی ہے جن کے ووٹوں سے مقدمے کا فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ روایتی قبائلی جرگے کی شکل تھی کیونکہ اس میں قاضی کے اختیارات بہت واضح تھے۔ قاضی ابو البختری (م ۱۹۲ھ) کے ضمن میں درج ہے کہ جب انہوں نے منصب سنبھالا تو عدالت میں ۲۷ فقہاء ان کی معاونت کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے صرف سات کو بحال رکھا باقی کو برطرف کر دیا (۳۹)۔ فقہاء نے قاضی کے لئے علما اور فقہا سے مشورہ ضروری قرار دیا ہے (۴۰)۔ تاہم اکثر قاضی اس کے قائل نہیں تھے قاضی عبدالعزیز بن المطلب (تاریخ تقرری ۲۱۴ھ) کسی سے مشورہ ضروری نہیں سمجھتے تھے (۴۱)۔ قاضی وکیع نے ان واقعات کو جس انداز سے بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عدالت میں ایک ہی قاضی کی تقرری کے قائل تھے بصورت دیگر قضا کے عمل میں رکاوٹ پیش آتی تھی۔

اخبار القضاۃ سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی کے علاوہ عدالت میں مندرجہ ذیل مناصب ہوتے

تھے:

(۱)حرس (۴۲) محافظ جو عدالت میں امن و امان قائم رکھنے کے علاوہ جلاد کا کام بھی کرتے تھے۔

(۲)جلواز (۴۳) : سپاہی جو قاضی کا معاون و مددگار ہوتا تھا۔ عدالت کے احکام کو دوسری جگہ پہنچانے اور ریکارڈ کا کام اس کے ذمہ تھا۔

(۳)سجّان (۴۴) : داروغہ جیل

(۴)امین (۴۵) : یہ قاضی کے کاتب یا کلرک کا کام کرتا تھا۔

اخبار القضاۃ سے یہ شواہد بھی ملتے ہیں کہ عدالتوں میں گواہوں اور قضاۃ کے فیصلوں کا ریکارڈ محفوظ رکھا جاتا تھا۔ قاضی وکیع لکھتے ہیں کہ سوار (م ۱۴۳ھ) پہلے قاضی تھے جنہوں نے قاضی کے دفتر کو منظم کیا اور فیصلوں کے رجسٹر (سجلات) کا آغاز کیا (۴۶) ۔ صوبہ اہواز کے صدر دفتر "دیوان القضا" کے بارے میں لکھا ہے کہ یہاں فیصلوں کی نقول موجود ہیں (۴۷) ۔ خلیفہ مہدی کے عہد کے قاضی خالد بن طلیق نے ہر دستاویز کی دو نقول تیار کرنے کا حکم دیا جن کی تصدیق کی گواہی درج ہوتی تھی ان میں سے ایک نقل دفتر کے ریکارڈ میں محفوظ رکھی جاتی تھی اخبار القضاۃ میں قاضی خالد کا حکم ان الفاظ میں نقل ہے: وقد رایت ان اجعلها نسختين بمحضر من شهود عدول ، فتاخذ واحدة ويكون عندى واحدة" ۔ اس حکم کے بعد فیصلے کے دو نسخے لکھے جانے لگے تاکہ فیصلوں میں کوئی عبارت تبدیل نہ کی جا سکے" (۴۸)

قاضی کی صفات و شرائط

قاضی وکیع کے نزدیک ایک قاضی میں تین صفات ہونا ضروری ہیں: رشوت نہ لے، ذلت قبول نہ کرے اور لالچ میں نہ آئے (۴۹) ۔ چنانچہ اس نے تجویز کی ہے کہ قاضی صرف اونچے خاندانوں سے لئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم قاضی کا عہدہ چند معروف خاندانوں میں ہی محدود دیکھتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مدینے میں بنو عبدالرحمن بن عوف کا خاندان ہے جن کے ہاں نسل در نسل قاضی مقرر ہوتے رہے (۵۰) ۔ قاضی صاحب نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حوالے سے لکھا ہے کہ قاضی میں پانچ صفات لازمی ہیں: ثابت قدم، بے عیب، عفیف، شریف، سابقہ فیصلوں اور سنن سے آگاہ (۵۱) ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی عبدالرحمن بن یزید بن حارثہ کو اس لئے معزول کر دیا کہ وہ کمزور تھے اور ایک مقدمے میں مدعی کو اپنی جیب سے رقم ادا

کر کے صلح پر آمادہ کیا تھا۔ (۵۲)

اخبار القضاۃ کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وکیع کے نزدیک قاضی کے اخلاق و کردار کا معیار فقہی اور مذہبی اقدار نہیں تھے۔ مثلاً قاضی محمد بن عبدالعزیز الزہری (تاریخ تقرری: ۱۴۳ھ) کو وضو کئے بغیر نماز پڑھنے پر سزا دی گئی اور قضا کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ قاضی وکیع نے زہری کا دفاع کرتے ہوئے لکھا کہ یہ سزا صحیح نہیں تھی۔ زہری بنو عوف کے عالی نسب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ درحقیقت ان کو یہ سزا مدینے کے بعض بااثر لوگوں کی دشمنی کی وجہ سے ملی (۵۳)۔

اسی طرح اخبار القضاۃ میں چند اور قاضیوں کے بعض ایسے افعال کا ذکر ہے جن کو عام طور پر اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً قاضی شریح کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ طلا پیتے تھے اور کھانا تکیے کا سہارا لے کر کھاتے تھے (۵۴)۔ طلا شراب کی ایک قسم ہے جس میں شراب کو اتنا پکایا جاتا ہے کہ اس کا ایک تہائی یا نصف باقی رہ جاتا ہے۔ فقہا کے ہاں اس کی حلت کے بارے اختلاف ہے اسی طرح شراب کی ایک قسم نبیذ کے بارے میں بھی فقہا میں اختلاف ہے۔ بعض حنفی فقہا اس کو حلال قرار دیتے تھے۔ اخبار القضاۃ میں ہے کہ قاضی شریک (م ۱۷۷ھ) نبیذ پیا کرتے تھے (۵۵)۔

یہاں سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ فقہا اور قضاۃ میں بعض بنیادی امور میں بھی اختلافات موجود تھے اور قضاۃ فقہا کی آراء کے پابند نہیں تھے۔ قاضی وکیع لکھتے ہیں کہ ایک قاضی کی تعلیم و تربیت فقیہ سے مختلف ہوتی تھی۔ (۵۶) خود وکیع کی تربیت قاضی ابو عمر نے کی۔ تربیت کی یہ صورت درس و تدریس کی بجائے کام کے عملی تجربے سے ہوتی تھی اور کئی سال کی تربیت کے بعد جب استاد کو اطمینان ہوتا تو وہ شاگرد کو اجازت نامہ عطا کرتا تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا قاضی عموماً اعلی خاندانوں سے مقرر ہوتے تھے تاکہ وہ لالچ میں نہ آ سکیں۔ اخبار القضاۃ نے ایسے قاضیوں کا ذکر بھی کیا ہے جو تنخواہ وصول نہیں کرتے تھے مثلاً عثمان بن طلحہ، (۵۷) حسن بصری (۵۸)، خالد بن طلیق (۵۹)، اور قاسم بن عبدالرحمن (۶۰)۔

مقام عدالت

اخبار القضاۃ سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر قاضی مسجد میں عدالت قائم کرتے تھے۔ جہاں فیصلے بھی سنائے جاتے اور سزائیں بھی دی جاتیں۔ قاضی سعد بن ابراہیم کے حالات میں بہت واضح طور پر درج ہے کہ وہ سزائیں بھی مسجد میں ہی دیتے تھے (۶۱)۔ اکثر فقہا مسجد میں سزاؤں کے نفاذ کے خلاف تھے کہ اس سے مسجدوں کی حرمت قائم نہیں رہتی۔ چنانچہ خلیفہ المعتضد (۲۷۹۔ ۲۸۹ھ) نے حکم دیا کہ قاضی مسجدوں میں عدالتیں قائم نہ کریں (۶۲)۔ تاہم جب تک عدالتوں کے لئے عمارتیں مخصوص نہیں ہوئیں قاضی عام طور پر مسجدوں میں فیصلے سناتے۔ البتہ بعض قاضی یہ احتیاط کرتے کہ سزائیں مسجد کے باہر نافذ کرتے۔

قاضی وکیع نے لکھا ہے کہ مسجدوں کے علاوہ قاضی اپنے گھروں میں (۶۳)، بازاروں (۶۴) میں اور گلیوں (۶۵) میں بھی عدالت قائم کرتے تھے۔ تاہم بعد میں عدالت کے لئے مقام و عمارت مخصوص کر دیئے گئے (۶۶)

اصول قضا: مصادر و ماخذ

قاضیوں کے تذکرے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اپنے فیصلوں میں مصادر اربعہ کے قائل تھے۔ صدر اسلام کے قضاۃ کے ذکر میں زیادہ تر مقامی رواجات اور قاضی کی فراست کے ماخذ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً بعض اوقات قرعہ اندازی سے فیصلے کا بھی ذکر ہے (۶۷) قاضی ایاس بن معاویہ کے بہت سے واقعات درج ہیں جن میں انہوں نے فراست سے کام لیتے ہوئے مدعی اور مدعا علیہ سے سچ اگلوا لیا (۶۸)۔ ان کے اکثر فیصلوں میں کسی نصوص کا حوالہ نہیں:

ہم نے محض مثال کے طور پر اخبار القضاۃ کی جلد اول کے فیصلوں کی تجزیاتی فہرست تیار کی ہے ان میں صرف ان مقدمات کو شامل کیا گیا ہے جو محض آرا یا کہانی پر مبنی نہیں بلکہ واقعتہً عدالتی مقدمے کی شکل میں درج ہیں۔ کل تعداد ۵۹ بنتی ہے (دیکھئے صفحہ ۱۸۔ ۱۹) ان میں صرف ایک فیصلے میں حدیث کا حوالہ ہے باقی کسی فیصلے میں کسی نص کا حوالہ نہیں ہے۔

قاضی وکیع کے ہاں اصول قضا کے حوالے سے دو قسم کے نزاعات کا ذکر ملتا ہے ایک کا تعلق حدیث اور رائے سے ہے۔ خیال رہے یہاں رائے سے مراد ایسا فیصلہ ہے جس میں قرآن یا حدیث سے استدلال نہ کیا گیا ہو۔ حدیث کو مادہ قانون قرار دینے والے رائے کو یہ مرتبہ دینے

کے خلاف تھے۔ ابن سیرین رائے کے مقابلے میں اثر کو ترجیح دیتے تھے وہ قاضی ایاس بن معاویہ پر تنقید کرتے تھے جو رائے کی حجیت کے قائل تھے۔ (۶۹) ۔ اس مسئلے میں قاضی ایاس کا حسن بصری سے بھی اختلاف رہا (۷۰) ۔ ایک مرتبہ حسن بصری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے قاضی ایاس نے کہا قضا کے بارے میں ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں (۷۱) ۔

اسی حوالے سے دوسرا نزاع حدیث / فقہ اور مقامی عدالتی رواج سے تعلق رکھتا ہے۔ مدینہ کے قاضی عام طور پر مدینہ کے عدالتی رواج پر عمل پیرا تھے جس پر اہل علم کا اجماع ثابت تھا (۷۲) ۔ قاضی وکیع نے بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جہاں قاضیوں نے حدیث کے مقابلے میں مدینے کے رواج کو ترجیح دی (۷۳) ۔ جوزف شاخت نے اسی قسم کے واقعات کے حوالے سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلامی قانون کے نفاذ میں نظریہ اور عمل میں تفاوت تھا۔ (۷۴) اکثر مسلم مورخین نے بھی اس تفاوت کا ذکر کر کے شاخت سے ملتی جلتی رائے قائم کی ہے۔

ہمارے خیال میں یہاں بنیادی طور پر یہ مفروضہ کام کر رہا ہے کہ قضاۃ کے لئے فقہا کی آرا کی پابندی لازمی تھی ہے۔ یعنی فقہ کو عدالتی قانون اور اصول فقہ کو اصول قضا و قانون قرار دے لیا گیا ہے۔ چنانچہ جہاں عدالتی فیصلے فقہا کی آرا سے مختلف نظر آتے ہیں وہاں یہ نتیجہ نکال لیا گیا کہ یہاں قاضی شریعت سے انحراف کا مرتکب ہوا ہے۔ حالانکہ اس امکان پر بھی غور کرنا چاہئے کہ قضاۃ کے اصول اور نظریات کی فقہا کے اصول و نظریات سے مطابقت ضروری نہیں۔ قضاۃ کے فیصلوں کے ذریعے فقہ اسلامی کے متوازی عملی قانون کا ارتقا بھی ممکن ہے۔ یا کم از کم قضاۃ کے فیصلوں کو شریعت اسلامی ایک مختلف یا متبادل تعبیر تو قرار دیا جا سکتا ہے۔

قاضی وکیع نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ جب خالد بن طلیق کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا گیا تو بصرہ کے لوگوں کا وفد خلیفہ مہدی سے ملا اور اس تقرری کے خلاف شکایت کی کہ

هذا رجل يأتم بابى حنيفه ويميل الى رايه ولنا فى بلدنا احكام يبطلها ابو حنيفه لا يصلحنا غيرها، فان حكم فينا بغيرا حكامنا بطلت وذهبت اموالنا۔

(یہ شخص ابو حنیفہ کا مقلد ہے اور اس کے مذہب کا اتباع کرتا ہے۔ ہمارے علاقے میں جاری احکام ابو حنیفہ ؒ کے مذہب کی رو سے باطل ٹھہرتے ہیں ان کے علاوہ احکام ہمارے

لئے مفید نہیں ۔ اگر کوئی ایسا شخص قاضی مقرر ہوتا ہے جو ان احکام کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو ہمارے سارے احکام باطل ہو جائیں گے۔اور ہماری جائیدادیں ضائع ہو جائیں گی) (۷۵)

اس اقتباس میں "احکام" کی اصطلاح مزید تحقیق کی طالب ہے ۔ ان سے مختلف معانی مراد لئے جا سکتے ہیں: مقامی قوانین' رواج اور عرف اور گزشتہ قضاۃ کے فیصلے ۔ ہمارے خیال میں اس سے مراد مقامی عدالتی نظائر ہیں جو اجماع کی حیثیت اختیار کر چکے ہوں۔ اس لحاظ سے نزاع کا یہ مطلب ہوا کہ فقہی مذہب مقامی عدالتی نظائر کا مخالف ہو تو وہ لوگوں کے لئے قابل قبول نہیں تھا کیونکہ اس سے غیر یقینی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ واقعہ بصرہ کا ہے جو بظاہر حنفی مذہب کا علاقہ ہے اگر یہاں کا عدالتی تعامل فقہی مذہب سے مختلف ہے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صرف مدینہ میں ہی نہیں دوسرے علاقوں میں مقامی "عمل" اور عدالتی تعامل موجود تھا اس سے ہماری رائے کو مزید تقویت ملتی ہے۔

قضا اور دوسرے متعلقہ ادارے

اخبار القضاۃ سے پتہ چلتا ہے کہ قضا سے ملتے جلتے دو اور ادارے شرطہ (پولیس) اور احتساب (محتسب) کے بھی کام کر رہے تھے۔ ان کے آپس میں روابط کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک منصب پر مقرر شخص کو دوسرے پر تبدیل کیا جا سکتا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تینوں ادارے بنیادی طور پر انتظامی ادارے تھے۔ ایسی تبدیلیوں کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔ مدینہ کے والی شرطہ کو قاضی مقرر کر دیا گیا (۷۶) ۔ قاضی ابن شبرمہ کو دو مرتبہ شرطہ کا منصب تفویض کیا گیا لیکن انہوں نے انکار کر دیا (۷۷) قاضی سعد بن ابراہیم بیک وقت قاضی اور محتسب کے مناصب پر فائز تھے (۷۸) ۔

عدالتی طریق کار

عدالتی طریق کار کتب فقہ میں درج احکام سے کافی مختلف تھا۔ خصوصاً شہادات کے ضمن میں فقہی آرا بہت مختلف تھیں۔

(ا) تحریری شہادت: فقہا کے نزدیک تحریری مواد شہادت کے لئے قابل قبول نہیں تھا۔ کسی شخص کی تحریر اس وقت تک قابل قبول نہیں تھی جب تک زبانی شہادت سے اس کی توثیق نہ ہو لیکن اخبار القضاۃ میں ایسے نظائر درج ہیں جن میں تحریری دستاویزات کو زبانی گواہی کے بغیر قبول کر لیا گیا۔ قاضی حسن بصری (۷۹) اور قاضی شعبی (۸۰) نے دوسرے قاضیوں کی طرف سے مرسلہ خط کو گواہی کے بغیر قبول کر لیا۔ قاضی وکیع کے بقول ابن ابی لیلی پہلے قاضی تھے جنھوں نے قاضیوں کے مابین تحریری مراسلت پر گواہی کو ضروری قرار دیا (۸۱) ۔ قاضی سوار نے ابن ابی لیلی کے موقف کی حمایت کی۔

(ب) گواہوں کی تعداد: ایک عمومی اصول یہ تھا کہ دعوی کے ثبوت کے لئے شہادت مہیا کرنا مدعی کے ذمے تھا اور مدعا علیہ کو حلف اٹھانا پڑتا تھا۔ قاضی مقدمہ سن کر طے کرتا تھا کہ اس میں مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون تھا عموماً جو شخص ایک مسلمہ صورت حال کے خلاف دعوی کرتا تھا اسے مدعی اور دوسرے فریق کو مدعا علیہ قرار دے کر ثبوت طلب کیا جاتا۔ مثلاً مسلمہ صورت حال یہ ہے کہ کوئی کسی کا قرض دار نہیں ۔ اگر کوئی اس کے برخلاف دعوی کرے تو وہ مدعی ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضیوں کے نزدیک شہادت کی شرائط فقہا سے مختلف تھیں۔ قاضی زرارہ، (۸۲) ابن ابی لیلی (۸۳) ابن شبرمہ (۸۴) اور ایاس بن معاویہ (۸۵) نے اکثر مقدمات میں ایک گواہی کی بنیاد پر فیصلہ دے دیا۔

(ج) شہادت کا معیار: شہادت کے معیار کے بارے میں بھی فقہا اور قضاۃ میں اختلاف پایا جاتا تھا۔ قاضی ابوبکر بن حزم نے ماں کے حق میں (۸۶) اور قاضی شریح نے باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت کو قبول کیا (۸۷) جبکہ فقہا ایسی شہادت کو رد کرتے ہیں ۔ اسی طرح قاضی ابوبکر بن حزم نے قاذف کی شہادت کو قبول کر لیا (۸۸) جبکہ قاضی شریح کے نزدیک یہ کسی طرح قابل قبول نہیں تھی (۸۹) ۔ قاضی ابن حزم کا کہنا تھا کہ توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قابل قبول ہے۔ قاضی عبدالملک بن یعلی نے ایک شخص کی گواہی اس لئے قبول نہیں کی کہ اس نے جمعہ کی مسلسل تین نمازیں ترک کی تھیں (۹۰) قاضی سلیمان بن مثلہ نے ایسے شخص کی شہادت رد کر دی جو جماعت سے نماز نہیں پڑھتا تھا (۹۱)

اسی طرح ایک اور شخص کی گواہی اس لئے قبول نہیں کی کہ اس نے استطاعت کے باوجود فریضہ حج ادا نہیں کیا تھا (۹۲)۔ قاضی سوار نے ایک شخص کی گواہی قبول کرنے سے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ نبیذ پیتا تھا (۹۳)۔

شہادت کے رد و قبول میں قاضیوں کے آپس میں اور فقہا سے اختلافات کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان مقدمات میں گواہی کسی واقعے کی چشم دید شہادت کی نہیں بلکہ مدعی کے بیان کی تائید کے لئے تھی۔ چونکہ اس گواہی کی قبولیت کے لئے قاضی کی نظر میں اس شخص کا قابل اعتبار ہونا بنیادی بات تھی اس لئے قاضی کا ذاتی اطمینان ضروری تھا چنانچہ حالات و واقعات کے مطابق قاضی گواہ کو معتبر یا غیر معتبر قرار دیتے تھے۔

عدالت کے اختیارات

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مصطفیٰ المراغی نے اخبار القضاۃ کے آخر میں مقدمات کا اشاریہ دیا ہے۔ تین جلدوں میں درج کل مقدمات کی تعداد ان کے حساب سے ۲۲۰۸ (دو ہزار دو سو آٹھ) بنتی ہے لیکن اس میں انہوں نے فیصلوں کے علاوہ آرا کو بھی شمار کیا ہے۔ چنانچہ یہ اشاریہ ہمارے لئے مفید نہیں۔ ہم نے اپنے طور پر ایک تجزیاتی فہرست تیار کی ہے جس میں پہلی جلد میں صرف ان مقدمات کو شمار کیا ہے جو واضح طور پر کسی واقعی مقدمے سے تعلق رکھتے ہیں جن میں فریقین کے دعاوی سننے کے بعد قاضی نے فیصلہ سنایا ہو۔ ہماری گنتی کے مطابق پہلی جلد میں درج ایسے فیصلوں کی تعداد ۵۹ ہے (مصطفیٰ المراغی کے حساب سے یہ تعداد ۶۱۴ ہے) ان ۵۹ مقدمات کے موضوعات کا تجزیہ کرنے سے یہ پتہ لگایا جا سکتا کہ عدالتوں میں کن موضوعات پر مقدمات آتے تھے اور کون سے موضوعات پر نہیں آتے تھے اور کون سے موضوعات پر زیادہ مقدمات آتے تھے اور کون سے موضوعات پر کم۔ یہ تجزیہ حسب ذیل ہے:

اخبار القضاۃ جلد اول میں درج مقدمات

موضوعات	مقدمات کی تعداد
عبادات	

ضرائب (ٹیکس)	-
مظالم	-
آئین اور دستوری قوانین	-
عقود، بیوع، اموال	۲۲
حدود	۱۱
شہادات	۶
میراث	۶
شادی بیاہ	۴
نسب	۳
اوقاف	۲
طلاق	۲
ضرر، ضمان	۲
نفقہ	۱
کل تعداد	۵۹

یہ صرف ایک جلد کے مقدمات کا تجزیہ ہے، پوری کتاب کا تجزیہ نہیں۔ لیکن اس سے بھی چند اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو خالص مذہبی اور عدالتی موضوعات میں فرق موجود تھا۔ یعنی عبادات کے مسائل عدالتوں کا موضوع نہیں تھے۔ دوسرے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوانین کا ایک حصہ ایسا تھا جس میں حکومت وقت انتظامی طور پر فیصلے کرتی تھی۔ ان معاملات میں عدالتی اختیارات حکومت کے عمال کے سپرد تھے یا قضاۃ کے ادارے سے الگ مخصوص عدالتیں ان امور کے لئے قائم تھیں مثلاً نظر المظالم یعنی حکومت کے حکام کے خلاف شکایات کے لئے مخصوص عدالت۔ قاضیوں کی عدالتوں میں جو امور آتے تھے ان میں سب سے زیادہ مال و جائیداد کے جھگڑوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے بعد جرائم کے مقدمات تھے۔ باقی مقدمات کا تعلق شخصی قوانین سے تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ شادی بیاہ کے مقدمات میں بھی مکمل شخصی آزادی موجود نہیں تھی۔ قاضی وکیع نے دو ایسے مقدمات کا ذکر کیا ہے جن میں اعلی

خاندانوں میں شادی کے لئے عدالت سے اجازت کی استدعا کی گئی۔ قاضی نے خلیفہ وقت سے باضابطہ منظوری حاصل کر کے اجازت دی۔ ایک دوسرے مقدمے میں قاضی ذاتی طور پر اس شادی کے قائل نہیں تھے۔ لیکن خلیفہ وقت نے اجازت عطا فرمائی۔

توہین عدالت

اخبار القضاۃ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ توہین عدالت کا تصور اس عہد میں موجود نہیں تھا۔ لوگ کھلم کھلا عدالت میں اور عدالت کے باہر قاضیوں کے فیصلوں سے اختلاف کرتے۔ اور ان کی ذات پر تنقید کرتے۔

قاضی عمران بن حصین کا فیصلہ سن کر ایک شخص نے کہا واللہ لقد قضیت علی بغیر الحق (خدا کی قسم آپ نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا) ۔ قاضی عمران والی بصرہ زیاد کے پاس گئے اور استعفے دے دیا (۹۴) ۔

مختلف شعرا کے قاضیوں کے خلاف ہجویہ اشعار لکھنے کا ذکر ہے۔ مثلاً ابن حویص اور الاسود بن عمارہ نے قاضی محمد بن الصلت کے خلاف (۹۵) اور ابو الشدائد الفزاری نے قاضی محمد بن عمران کے (۹۶) ، ابن الخیاط نے قاضی ہشام بن عکرمہ کے خلاف (۹۷) ہجویہ اشعار لکھے۔

خلیفہ مہدی کے قاضی خالد بن طلیق کے خلاف ابن مناذر نے کئی ہجویہ نظمیں لکھیں ان میں سے چند اشعار مثال کے طور پر درج ذیل ہیں۔

لیت شعری ای البلیۃ قاضیہ ناا عمران ام اخوہ طلیق

کاش مجھے معلوم ہوتا کونسی بلا ہماری قاضی ہے، عمران یا اس کا بھائی طلیق

ام ابوھم ابو المجانین ام کـ ـلہ لدیہ من القضاء فریق

یا ان کا باپ جو پاگلوں کا جد امجد ہے۔ یا ان میں سے ہر ایک قضا میں حصہ دار ہے۔

فتری الحکم عند آل طلیق مستکینا کانہ مسروق (۹۸)

آپ دیکھتے ہیں کہ قضا آل طلیق کے ہاں اس طرح بے بس ہے جیسے مسروقہ مال۔

ایک اور موقع پر اس نے کہا:

اصبح الحاکم بالنا　　　　س من آل طلیق

آل طلیق میں سے ایک قاضی لوگوں میں

ضحکۃ یحکم فی النا　　　　س بحکم الجاثلیق

مذاق بن کر رہ گیا ہے جو ارمنی پادری کی طرح لوگوں کو فیصلے سناتا ہے۔

یدع القصد ویھوی　　　　فی ثنیات الطریق

سیدھے راستے کو چھوڑ کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جا نکلنے کا شوقین ہے۔

ای قاض انت للنق　　　　ض تعطیل الحقوق (۹۹)

اے قاضی تو تو حقوق کی خلاف ورزی اور ان کے خاتمے کے لئے آیا ہے۔

شعرا کے علاوہ علماء اور فقہاء بھی قضاۃ کے فیصلوں پر اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ ابن سیرین اور حسن بصری نے قاضی ایاس پر جو تنقید کی ہم اس کا ذکر کر آئے ہیں۔ اخبار القضاۃ میں اسی طرح امام زفر کی قاضی ایاس پر تنقید (۱۰۰) اور حسین بن زید بن علی کی قاضی عبدالعزیز بن المطلب سے عدالت میں نوک جھونک کا ذکر موجود ہے (۱۰۱)۔ اگرچہ یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان سب اعتراض کرنے والوں کو توہین عدالت کے جرم میں سزا دی گئی تاہم قاضی وکیع نے بعض قضاۃ کا ذکر ضرور کیا ہے جنہوں نے عدالت میں مناسب طریقے سے پیش نہ آنے پر لوگوں کی تادیب کا حکم جاری کیا (۱۰۲)۔

نتیجہ بحث

اس مختصر سے مضمون سے قاضی وکیع کی کتاب اخبار القضاۃ کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ اسلامی نظام قضا، اور قانون اسلامی کی تاریخ پر ایک اہم دستاویز ہے۔ ہمارا استدلال یہ تھا کہ قانون اسلامی کی تاریخ فقہ اسلامی کی تاریخ سے مختلف ہے۔ اس ضمن میں ہم نے صرف ان پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے جو آداب قضا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اصول

قضا میں فقہا اور قضاۃ میں اختلاف ہے۔ عام طور پر اس اختلاف کو نظریہ اور عمل میں تفاوت قرار دے کر یہ کہا جاتا ہے کہ قضاۃ عموماً شریعت کی بجائے اپنی رائے سے فیصلے کرتے تھے۔ ہمیں اس استدلال سے اختلاف ہے ہمارے خیال میں فقہا اور قضاۃ دونوں کا ماخذ شریعت تھی لیکن ان کے اصول و ضوابط اور طریق استنباط مختلف تھے۔ فقہا کی آرا سے وہ فائدہ ضرور اٹھاتے تھے لیکن اس کے پابند نہیں تھے ۔ یہ صورت حال چوتھی صدی ہجری کے بعد بدل گئی جب قضاۃ کے لئے کسی نہ کسی مذہب فقہ کی پابندی لازم قرار دے دی گئی۔ تاہم قانون اسلامی کی تاریخ قضاۃ کے فیصلوں کی روشنی میں ہی مرتب ہو سکتی ہے۔ ہم نے اس مضمون میں اس کے امکان کا جائزہ لیا ہے۔ اخبار القضاۃ کا زیادہ تفصیلی مطالعہ اس پر مزید روشنی ڈال سکتا ہے۔

اخبار القضاۃ میں درج فیصلوں کا کتب فقہ سے تفصیلی موازنہ کرنے سے یہ بھی پتہ چل سکتا ہے کہ قضاۃ کے فیصلے فقہاء کی آرا سے کتنے مماثل، قریب یا دور تھے اور ان کے استدلال کی بنیادیں کیا تھیں۔ اسی طرح قضاۃ کے تراجم، تذکروں اور تواریخ سے قضاۃ کے مزید فیصلے جمع کئے جا سکتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ تاریخی مصادر سے ان فرامین اور حکم ناموں کو جمع کیا جائے جو خلفاء، سلاطین اور والی وقتاً فوقتاً جاری کرتے رہے ان سب کی روشنی میں قانون اسلامی کی تاریخ مرتب کی جائے۔ یہ تاریخ اس قانون کی تاریخ ہو گی جو عملی طور پر نافذ رہا۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ابوالحسن علی مسعودی، مروج الذہب (بیروت: دار الاندلس، ۱۹۶۵ء) ج۱، ص ۲۳ شمس الدین الجزری : غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (قاہرہ: مطبعہ السعادۃ، ۱۹۳۳ء)، ج ۲، ص ۱۳۷ جمال الدین یوسف بن تغری بردی: النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر و القاہرہ :(قاہرہ مطبعہ دارالکتب المصریہ، ۱۹۳۲ء) ج ۳، ص ۱۹۳

صلاح الدین الصفدی: الوافی بالوفیات (دمشق: مطبعہ ہاشمیہ، ۱۹۵۳ء)، ج ۳ ص ۴۳

ابوالفداء ابن کثیر: البدایہ والنہایہ (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء) ج ۱۱، ص ۱۴۸

ابن الجوزی: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۲ء)، ج ۱۳، ص ۱۸۶

خطیب بغدادی : تاریخ بغداد (قاہرہ : مطبعہ السعادۃ، ۱۹۳۱ء) ج ۵، ص ۲۳۶

ابن عماد الحنبلی: شذرات الذهب فی اخبار من ذھب (قاہرہ: مکتبہ القدسی' ۱۳۵۰ھ)' ج ۲' ص ۲۴۹

۲۔ بطرس البستانی: محیط المحیط' (بیروت: مکتبہ لبنان' عکسی اشاعت' ۱۸۷۰ء)ج ۲ ص ۲۲۸۲

۳۔ ابن الندیم' الفہرست (قاہرہ: مکتبہ تجاریہ' ت۔ن) ص ۱۲۶۔

۴۔ خیرالدین الزرکلی' الاعلام (بیروت' اعلائین' ۱۹۸۰ء)' ج ۷' ص ۱۴۸

۵۔ جمال الدین القفطی' انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ (قاہرہ: مکتبہ دارالکتب المصریہ' ۱۹۵۵ء)' ج ۳' ص ۱۲۴ الجزری: غایۃ النہایۃ محولہ بالا' ابن کثیر: البدایہ والنھایہ محولہ بالا

۶۔ ابن عماد' محولہ بالا اور ابن حجر العسقلانی' لسان المیزان (حیدر آباد دکن' ۱۳۳۱ھ)' ج ۵' ص ۱۵۶

۷۔ الجوزی' المنتظم' محولہ بالا

۸۔ سیوطی' تاریخ الخلفاء (کانپور: مطبع مجیدی' ۱۳۳۱ھ) ص ۲۴۸

۹۔ ابن طباطبا المعروف بابن الطقطقی' الفخری فی الاداب السلطانیہ (قاہرہ ۱۳۱۹ھ) ص ۱۷۸

۱۰۔ اسماعیل پاشا البغدادی: ھدیۃ العارفین (استانبول: وکالۃ المعارف' ۱۹۵۵ء) ج ۲' ص ۲۵

۱۱۔ المسعودی' محولہ بالا

۱۲۔ خطیب بغدادی' محولہ بالا

۱۳۔ خطیب بغدادی: محولہ بالا' ص ۲۳۶' ابن حجر العسقلانی' محولہ بالا ص ۱۵۶' ابن عماد الحنبلی' محولہ بالا ص ۲۴۹

۱۴۔ جوزف شاخت۔ "ثلاث محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی"' صلاح الدین المنجد (مرتب) المنتقی من دراسات المستشرقین (قاہرہ: لجنۃ التالیف' ۱۹۵۵ء) ص ۹۷

۱۵۔ عبدالعزیز مصطفیٰ المراغی (محقق)' وکیع: اخبار القضاۃ (قاہرہ: مطبعہ السعادۃ' ۱۹۴۷ء) تین جلدیں

۱۶۔ قاضی وکیع لکھتے ہیں: ومن کان منھم مقلا ذکرت روایتہ وکذلک فقھہ واحکامہ' اذکان فقھہ و احکامہ جری فی ایام ولایتہ کشریح القاضی و عبداللہ بن شبرمہ ومن جری مجراھما (اخبار القضاہ' ج ۱' ص ۵)۔ اخبار القضاہ میں قاضی شریح کا ذکر ۱۰۸ صفحات (ج ۲: ۱۸۹۔۳۹۸)' قاضی ابن شبرمہ کا ۹۳ صفحات (ج ۳: ۳۶۔۱۲۹) اور قاضی ایاس بن معاویہ کا ۱۶۲ صفحات (ج ۲: ۲۱۲۔۳۷۴) میں درج ہے۔

۱۷۔ *Emile Tyan, Histoire de l, Organisation Judiciaire en pays d, Islam (Leiden: Brill, 1960)*

امیل تیان، اسلامی ممالک میں نظام قضا کی تاریخ (فرانسیسی) (لائیڈن: برل ۱۹۶۰ء) ج ۱، صفحات ۷۵۔ ۷۶ تیان نے قاضی شریح پر تفصیلی شذرہ لکھتے ہوئے کہا ہے کہ قاضی شریح کی حیثیت اساطیری ہے۔ کیونکہ بقول ابن خلکان وہ ۷۵ سال قاضی رہے جو ناقابل یقین ہے۔ ان کے علاوہ تذکرہ نگاروں کے بیانات میں بے حد تضاد ہے بعض نے انہیں کوفہ کا بعض نے بصرہ کا قاضی بیان کیا ہے۔ ان کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے کسی نے ۷۶ھ اور کسی نے ۸۰ھ بیان کی ہے کوفہ شہر کی بنیاد ۱۷ یا ۱۹ھ میں رکھی گئی اگر شریح کو اسی وقت قاضی مقرر کیا گیا ہو تا تب بھی ان کی مدت ملازمت وفات تک ۶۳ سال بنتی ہے۔ تذکروں میں ۲۶ھ اور ۷۵ھ کے درمیان کوفہ میں شعبی۔ ابوبردہ الاشعری اور ابو قرا کے نام بھی آتے ہیں چنانچہ اسی وقت میں شریح قاضی نہیں ہو سکتے۔ ان تمام تضادات سے تیان نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ شریح کی شخصیت مشکوک ہے، وہ زیادہ سے زیادہ ایک عرب شیخ ہو سکتے ہیں جن کی حیثیت حکم کی ہو گی۔ ہمارے خیال میں تیان نے تحقیق کا حق ادا نہیں کیا۔ سوانح نگاروں کے بیانات میں تضاد کی بنا پر کسی شخصیت کی تاریخی حیثیت مشکوک نہیں ہو جاتی۔ ابن خلکان بہرکیف متاخرین میں سے ہیں۔ ان سے پہلے کے تذکرہ نگاروں کے بیانات زیادہ معتبر ہوں گے۔ یہ دعوی کہ قاضی شریح صرف کوفہ میں ہی قاضی رہے صحیح نہیں۔ قاضی شریح نے مختلف شہروں میں قضا کے فرائض سرانجام دئے۔ اس سلسلے میں وکیع کی اخبار القضاۃ سے مزید معلومات مل سکتی ہیں، خصوصاً وکیع کا قاضی شریح کو ان لوگوں میں شمار کرنا جن سے آگے بہت کم روایت ہوئی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو اساطیری شہرت حاصل نہیں تھی۔

۱۸۔ شاخت: فقہ محمدی کا آغاز (انگریزی) (آکسفورڈ: کلیرنڈن پریس ۱۹۵۹ء) ص ۲۲۹

J.Schacht, The Origins and Muhammadan Jurisprudence (Oxford: Clarendan press, 1959).

۱۹۔ اخبار القضاۃ، ج ۱، ص ۱۰۵

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۲۱۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۸۸

۲۲۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۰۴

۲۳۔ " وكانت الامراء هم الذين يولون القضاة، (اخبار القضاة)، ج ۱، ص ۱۸۴

۲۴۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۳۸

۲۵۔ مثال کے طور پر دیکھئے اخبار القضاۃ، ج ۱، ص ۱۹۰، ۲۹۶ اور ص ۲۹۷

۲۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۲۷۰

۲۷۔ ایضاً، ج ۳، ص ۲۹۴

۲۸۔ *George Makdisi, Religion, Law and Learning in Classical Islam (london, 1991) PtII; pp 5- 47*

۲۹۔ ابن خلدون نے اصول فقہ کی نشوونما کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہ کے قواعد اور اصول میں دو طریقے رواج پائے۔ ایک فقہا کا طریقہ تھا جس میں زیادہ تر حنفی فقہا نے کتابیں لکھیں۔ دوسرے متکلمین کا طریقہ تھا جن میں معتزلہ اور اشاعرہ نے کتابیں لکھیں۔ فقہا کے طریقے میں فقہی نکات زیادہ ہوتے تھے اور فروع کی مثالیں کثرت سے ہوتی تھیں۔ متکلمین کے ہاں کلامی مسائل پر توجہ زیادہ تھی۔ دونوں کے مناہج تحقیق اور استدلال میں فرق تھا۔ طریقہ فقہا کی بہترین مثال ابو زید الدبوسی اور بزدوی کی ہیں اور طریقہ متکلمین کی مثالیں امام الحرمین الجوینی، امام الغزالی، ابو الحسن بصری فخر الدین رازی اور سیف الدین آمدی کی کتابیں ہیں۔ ابن خلدون، مقدمہ (قاہرہ: مکتبہ تجاریہ ۱۳۱۸ھ) ص ۴۵۵۔ ۴۵۶

۳۰۔ امام ابو ادریس الشافعی: الرسالہ: تحقیق و شرح احمد محمد شاکر (قاہرہ: مصطفیٰ البابی، ۱۹۴۰ء) ص ۶۴ پر ایک باب کا عنوان ہے: مانزل عاما دلت السنة خاصة علی انه یراد به الخاص۔ اس باب میں بیس کے قریب مثالیں دے کر وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح قرآن حکیم کے عام حکم کی حدیث میں تخصیص کی گئی ہے۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۱۳۔ امام شافعی نے مندرجہ ذیل عنوان سے ایک باب باندھا ہے: الناسخ و المنسوخ الذی یدل الکتاب علی بعضه پھر و السنة علی بعضه ص ۱۳۷، پر عنوان ہے: الناسخ و المنسوخ الذی تدل علیه السنة والاجماع۔

۳۲۔ "لو نسخت السنة بالقرآن کانت للنبی فیه سنة تبین ان سنة الاولی منسوخة بسنة الآخرة، حتی تقوم الحجة علی الناس بان الشئی ینسخ مثله، (ایضا، ص ۱۱۰)، "وهکذا سنة رسول الله لا ینسخها الا سنة لرسول الله (ص ۱۱۸)

۳۳۔ اخبار القضاة، ج ۱، ص ۱

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ایضاً، صفحات ۳۹۔ ۴۴

۳۶۔ ایضاً، ج ۱، ص ۳۴

۳۷۔ ایضاً، ج ۲، ص ۵۵

۳۸۔ ایضاً، ج ۲، ص ۲۱۳

۳۹۔ ایضاً، ج ا، ص ۲۴۷

۴۰۔ ایضاً ج ۲ ص ۴۱۵ : سفیان ثوری کا قول نقل ہے کہ :کانت القضاۃ لا تستغنی ان یجلس الیھم بعض العلماء، یقومھم اذا اخطئوا

۴۱۔ اخبار القضاۃ، ج ا، ص ۲۰۵

۴۲۔ اخبار القضاۃ، ج ا، صفحات ۱۳۲، ۱۴۵، ۲۰۳

۴۳۔ اخبار القضاۃ ج ۲، ص ۲۱۵

۴۴۔ اخبار القضاۃ، ج ا، ص ۱۳۲

۴۵۔ اخبار القضاۃ، ج ۲، ص ۵۸

۴۶۔ اخبار القضاۃ، ج ۲، ص ۵۸

۴۷۔ اخبار القضاۃ ج ۳ ص ۳۲۰ (قال عبدان: وجد فی دیوان القضاء لسوق الاھواز کتاب فیہ: ھذا ماقضی بہ سالم بن ابی سالم

۴۸۔ اخبار القضاۃ ج۲، ص ۱۲۵ ۔ وکیع نے قاضی خالد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ قضا کے معاملے میں جاہل تھا (ص ۱۲۷)

۴۹۔ قاضی وکیع نے یہاں حضرت عمر بن خطاب کا قول نقل کیا ہے : ینبغی ان یکون فی القاضی خصال ثلاث: لایصانع، ولایضارع ولایتبع المطامع (اخبار القضاۃ، ج ا، ص ۷۰)

۵۰۔ دیکھئے اخبار القضاۃ: ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (ج ا ص ۱۱۶) مصعب بن عبدالرحمن بن عوف (ج ا، ص ۱۱۸)، طلحہ بن عبداللہ بن عوف (ج ا، ص ۱۲۰)، سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف (ج ا، ص ۱۵۰) محمد بن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف (ج ا، ص ۲۱۳)۔ یہ تمام قاضی حضرت عبدالرحمن بن عوف کے خاندان سے تھے جو عہد بنی امیہ سے لے کر عہد بنو عباس تک مدینہ منورہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے۔

۵۱۔ "لا یصلح القاضی الا ان تکون فیہ خمس خصال : یکون صلیبا، نزھا، عفیفا، حلیما، علیما بماکان قبلہ من القضاء والسنن" (اخبار القضاۃ، ج ا، ص ۷۷)

۵۲۔ ایضاً ج ا، ص ۱۳۴

۵۳۔ ایضاً ج۱، ص ۲۱۳

۵۴۔ ایضاً ج۲، ص ۲۱۲، ۲۱۳

۵۵۔ ایضاً ج۳، ص ۱۶۲

۵۶۔ ایضاً ج۱، ص ۳۵۰ (ان اردت الفقه فعليك بمعلى و معلم ابى الحسن ... فان اردت الفتيا فعليك بعبدالملك من يعلى و ان اردت القضاء فعليك بعباد بن منصور)

۵۷۔ اخبار القضاة، ج ۱ ص ۲۲۹

۵۸۔ ایضاً، ج۲، ص ۱۱

۵۹۔ ایضاً، ج۲، ص ۱۲۵

۶۰۔ ایضاً، ج۳، ص ۷

۶۱۔ ایضاً، ج۱، ص ۱۶۲

۶۲۔ حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلامی السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۵۶ء) جلد ۳، ص ۳۰۹

۶۳۔ اخبار القضاة، ج۱، ص ۲۷۵

۶۴۔ ایضاً، ج۱، ص ۳۹۹، ج ۳، ص ۲۰۶

۶۵۔ ایضاً، ج۱، ص ۳۳۳

۶۶۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۷

۶۷۔ حضرت علی کے تین فیصلوں کا ذکر ہے جو قرعہ اندازی سے کئے گئے۔ ان میں نسب کا مسئلہ بھی تھا۔ ملاحظہ ہو اخبار القضاة ج۱، ص ۹۱۔۹۴

۶۸۔ ایضاً ج۱، ص ۳۳۱ یابعد ۔ مثلاً قاضی ایاس کے پاس دو شخص آئے جن کے پاس مخمل کی دو چادریں تھیں، ایک سرخ، ایک سبز۔ دونوں کا دعوی تھا کہ دوسرے نے اس کی چادر پر قبضہ کر لیا ہے۔ دونوں نہانے کے لئے حوض پر گئے اور چادریں باہر چھوڑیں ۔ واپسی میں ہر ایک نے دوسرے کی چادر اپنی سمجھ کر اٹھا لی ۔ اب جھگڑا طے نہیں ہو رہا تھا۔ قاضی ایاس نے کنگھی منگوا کر دونوں کے سروں میں پھروائی ۔ جس کے بالوں سے سرخ رنگ کا صوف نکلا اسے سرخ چادر اور جس کے بالوں سے سبز رنگ

کا صوف نکلا اسے سبز چادر دے دی۔ قاضی ایاس کے اس طرح کے بہت سے قصے اخبار القضاۃ میں درج ہیں۔

۶۹۔ ابن سیرین نے ایک شخص کو ایاس بن معاویہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا: ایت ایاسا فقل لہ: اقض بالاثر ولا تقض بالرای (اخبار القضاۃ ج۱، ص ۳۳۵)

۷۰۔ ایضاً، ج۱، ص ۳۳۷

۷۱۔ میراث کے ایک مقدمے میں حسن بصری نے ایاس بن معاویہ کے فیصلے پر اعتراض کیا۔ ایاس نے کہا: فنحن اعلم بالحکم منک (اخبار القضاۃ ج۱، ص ۳۳۸)

۷۲۔ ایضاً، ج۱، ص ۱۴۳

۷۳۔ ایضاً، ج۱ ص ۱۷۶

۷۴۔ شاخت، فقہ محمدی کا آغاز، محولہ بالا صفحات ۶۴، ۶۸

۷۵۔ اخبار القضاۃ ج۲، ص ۱۳۱

۷۶۔ ایضاً ج۱، ص ۲۲۷

۷۷۔ ایضاً ج۳، ص ۱۱۸

۷۸۔ ایضاً ج۱ ص ۱۷۴

۷۹۔ ایضاً ج۲ ص ۱۱

۸۰۔ ایضاً ج۲، ص ۴۱۶

۸۱۔ ایضاً ج۲، ص ۶۷

۸۲۔ ایضاً ج۱، ص ۲۹۳

۸۳۔ ایضاً، ج۳، ص ۱۱۷

۸۴۔ ایضاً ج ۳، ص ۱۱۷

۸۵۔ ایضاً ج۱، ص ۳۳۱

۸۶۔ ایضاً ج۱، ص ۱۳۶

۸۷۔ ایضاً ج۲، ص ۲۷۶

۸۸۔ ایضاً ج۱، ص ۱۳۶

۸۹۔ ایضاً ج۲، ص ۲۸۴

۹۰۔ ایضاً ج۲، ص ۱۷

۹۱۔ ایضاً ج۳، ص ۲۱۷

۹۲۔ ایضاً

۹۳۔ ایضاً ج۲، ص ۸۳

۹۴۔ ایضاً ج۱، ص ۲۹۱

۹۵۔ ایضاً ج۱، ص ۲۲۷

۹۶۔ ایضاً ج۱، ص ۱۸۹

۹۷۔ ایضاً ج۱، ۲۴۳

۹۸۔ ایضاً، ج۲، ص ۱۲۶

۹۹۔ ایضاً

۱۰۰۔ ایضاً ج۱، ص ۳۲۳

۱۰۱ ایضاً ج۱، ص ۲۰۴

۱۰۲ ایضاً ج۱، ص ۱۸۸